عاشوراء کا روزہ

تحریر: حافظ عبدالعلیم بن شیخ الحدیث والتفسیر حافظ احمد اللہؒ مدرس جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ

برادرم حافظ عبدالعلیم حفظہ اللہ نے عاشوراء کے روزہ کے بارے میں تحقیق پیش کی ہے کیونکہ آج کل عاشوراء کے روزہ کو بلاوجہ ایک اختلافی اورنزاعی مسئلہ بنادیا گیا ہے حضرت ابن عباسؓ کی حدیث (ثم اصبح یوم التاسع صائما)[صحیح مسلم حدیث نمبر 2665] کی علامہ ابن المنیر نے بلاوجہ تاویل کرکے اس کو بھی دسویں محرم بنانے کی بلاسود کوشش کی ہے اور برادرم نے بھی اس کی تاویل کونقل کیا ہے۔ حالانکہ بقول امام شوکانیؒ یہ تاویل بعید یعنی دورازکار ہے۔

مسند احمد جلد۴ صفحہ نمبر ۱۸۵ پر صراحۃً موجود ہے: (فاذا اصبحت من تاسعة فصم ذالک الیوم)[صحیح مسلم حدیث نمبر 2665]

نویں کی صبح کو اس دن کا روزہ رکھو، اور امام الائمہ ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے نویں کے دن روزہ رکھنے کا باب باندھا ہے، اور حضور اکرم ﷺ کی خواہش بھی اس کی دلیل ہے لیکن اس کا یہ معنی لینا کہ صرف نو (۹) محرم کا روزہ رکھا جائے ایک احتمال ہے۔ جبکہ (۹) کے ساتھ دس (۱۰) محرم کا روزہ رکھنے کا احتمال دلائل کی روشنی میں راجح اور واضح ہے ہمارے قدیم وجدید شارحین حدیث نے دلائل کی رُو سے اسے ہی ترجیح دی ہے۔ متکلم کے قول کی بہترین تشریح متکلم کا قول اور فعل ہی کرتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے سائل کو (۹) محرم کا روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ ان کا قول اور فعل اس کی صریح دلیل ہے کہ ان کا مقصد دس محرم کے ساتھ (۹) محرم کا روزہ رکھنا تھا۔ (۱۰) محرم کا روزہ واضح تھا، اور سب میں معروف تھا اس لئے اس کو بتانے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ حضور ﷺ نے (۹) محرم کا روزہ رکھنے کی خواہش یہود ونصاریٰ کی مخالفت میں کی تھی۔ یہود صرف (۱۰) محرم کا روزہ رکھتے ہیں اگر (۱۰) کے ساتھ (۹) یا (۱۱) محرم کا روزہ رکھ لیں تو ان کی مخالفت ہو جاتی ہے۔ اس لئے آپ ﷺ نے خواہش کے ساتھ جو پوری نہیں ہوسکی کیونکہ آپ ﷺ کی وفات اگلے محرم سے پہلے ہوگئی تھی۔ (صحیح مسلم حدیث نمبر 2666) جس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے یہ خواہش زندگی کے آخری سال ۱۱ ھ کے محرم کے بعد کی تھی، اور ربیع الاول میں آپ ﷺ کی وفات ہو گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ عاشورہ کا روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت میں اس کے ایک دن پہلے یا بعد میں روزہ رکھ لو۔ دوسری روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا: (لئن بقیت الی قابل لامرن بصیام یوم قبلہ او بعدہ

)(بیہقی ۴/ ۲۸۷، مجموع شرح المہذب ۶/ ۳۸۲)

اگر میں زندہ رہا آنے والے محرم تک تو میں حکم دوں گا اس سے ایک دن پہلے یا بعد میں روزہ رکھنے کا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے یہودیوں کو عاشورہ کا روزہ رکھتے پایا۔تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ:(ما ھذا الیوم الذی تصومونہ)

یہ کون سا دن ہے جس کا تم روزہ رکھتے ہو۔انہوں نے جواب دیا یہ ایک عظیم دن ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ اور ان کی قوم کو نجات دی تھی۔فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا تھا تو موسیٰؑ نے شکرانے کے طور پر اس کا روزہ رکھا اس لئے ہم بھی روزہ رکھتے ہیں اس پر آپؐ نے فرمایا:(نحن احق واولٰی بموسی منکم)"تو ہم موسیٰؑ کے زیادہ تعلق دار اور قریبی ہیں" اس پر رسول اللہ نے روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم دیا۔[صحیح مسلم] دوسری روایت میں ہے:(ھذا الیوم الذی اظھر اللّٰہ فیہ موسیٰ وبنی اسرائیل علی فرعون فنحن نصومہ تعظیما لہ فقال النبی ﷺ نحن اولیٰ بموسیٰ منکم فامر بصومہ)[صحیح مسلم:۴۶۲]

یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ اور بنی اسرائیل کو فرعون پر غلبہ دیا۔تو اس لئے ہم اس کی تعظیم کے سبب اس کا روزہ رکھتے ہیں اس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہم موسیٰؑ کے تم سے زیادہ قریب و تعلق دار ہیں۔ تو اس کے روزے کا حکم دیا، اور حضرت عائشہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ قریش جاہلیت کے دور میں عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے اور رسول اللہ ﷺ بھی روزہ رکھتے تھے۔جب آپ ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی آپ ﷺ نے اس کا روزہ رکھا اور اس کے روزہ رکھنے کا حکم دیا[صحیح مسلم ا:۴۶۰۔۴۵۹]

اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے جب رسول اللہ ﷺ نے عاشورہ کے دن کا روزہ رکھا اور اس دن کا روزہ رکھنے کا حکم دیا صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ یہ ایسا دن ہے جس کی یہود ونصاریٰ تعظیم کرتے ہیں(اور آپ ﷺ ان کی مخالفت پسند کرتے ہیں) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا(فاذا کان العام المقبل ان شاء اللہ صمنا الیوم التاسع)[صحیح مسلم ا:۴۶۳]"جب اگلا سال آئے گا تو ہم نویں کا روزہ رکھیں گے"۔ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ:(فلم یات العام المقبل حتی توفی رسول اللہ ﷺ)[صحیح مسلم:۴۲۳]"اگلا سال آنے سے پہلے ہی آپ ﷺ وفات پاگئے"۔ابن عباسؓ کی اس صفحہ پر اگلی روایت ہے:(قال رسول اللہ ﷺ لئن بقیت الی قابل لأ صومن التاسع)اگر میں اگلے سال تک باقی رہا تو لازما(۹) کا روزہ رکھوں گا۔ان احادیث مبارکہ سے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہو جاتی ہے کہ اسلام کی آمد

سے پہلے جاہلیت کے دور میں قریش عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے اور آپ ﷺ بھی اس دن روزہ رکھتے تھے، اور حضرت عائشہؓ سے ثابت ہے کہ: (فلما هاجر الى المدينة صامه وامر بصيامه) [صحیح مسلم: ۴۵۹]

اور آخری دور میں جب آپ ﷺ اہل کتاب کی مخالفت کرنے لگے تو پھر آپ ﷺ کے سامنے یہ سوال اٹھایا گیا کہ آپ ﷺ اہل کتاب کی مخالفت پسند فرماتے ہیں لیکن اس کے باوجود دسویں محرم کو جس کی یہود ونصاریٰ تعظیم کرتے ہیں، آپ روزہ رکھتے ہیں اس پر آپ ﷺ نے جواب دیا اگر میں اگلے سال تک زندہ رہا تو (۹) کا روزہ رکھوں گا۔ لیکن اگلے سال کی آمد سے پہلے ہی آپ وفات پا گئے۔

اس سے ثابت ہوا آپ ﷺ زندگی کے آخری محرم تک دسویں محرم کا روزہ رکھتے رہے ہیں، اور ابن عباسؓ کی اس حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے: (امر رسول الله ﷺ بصوم عاشوره يوم العاشر قال ابو عيسىٰ حديث ابن عباس حديث حسن صحيح) (جامع الترمذی، دارالسلام، ص ۱۹۰)

''رسول اللہ ﷺ نے عاشورہ دسویں دن کے روزہ رکھنے کا حکم دیا''۔ امام ابوعیسیٰ فرماتے ہیں کہ ابن عباس کی حدیث حسن صحیح ہے۔

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں: (ما رايت النبي ﷺ يتحرى صيام يوم فضله على غيره الا هذا اليوم يوم عاشوراء وهذا الشهر يعني شهر رمضان) (متفق علیہ: اللؤلؤ والمرجان جلد ا صفحہ ۲۹۳) ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو کسی دن کے روزے کے دوسرے دن پر فضیلت دیتے ہوئے صرف دو روزے رکھتے دیکھا ہے (۱) عاشورہ کا روزہ (۲) ماہ رمضان کے روزے'' اور آپ ﷺ نے عاشورہ کے دن کے بارے میں فرمایا: (صيام عاشوراء احتسب على الله ان يكفر السنة التي قبله) ''میں اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ عاشورہ کے روزہ سے اس سے پہلے سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا''۔ [صحیح مسلم ۱: ۴۷۷]

ظاہر ہے ان تمام روایات کا تعلق دس محرم سے ہے کیونکہ یہ اس روزہ سے تعلق رکھتی ہیں جب آپ خاندانی روایت اور یہود کی موافقت کرتے ہوئے دس محرم کا روزہ رکھتے تھے۔ زندگی کے آخری دور میں یہود کی مخالفت کرتے ہوئے ان کی مشابہت سے بچتے ہوئے آپ ﷺ نے ابھی (۹) نو محرم کا روزہ رکھنے کی خواہش نہیں کی تھی۔ ابن عباسؓ کی صریح روایت گزر چکی کہ آپ ﷺ سے عرض کیا گیا عاشورہ (دس محرم) ایسا دن ہے جس کی یہود ونصاریٰ تعظیم کرتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (فاذا كان العام المقبل ان شاء الله صمنا اليوم التاسع فلم يأتِ العام المقبل حتى توفى رسول الله ﷺ) [صحیح مسلم ۱: ۴۶۳]

''جب اگلا سال آئے گا تو ان شاء اللہ ہم نویں دن کا روزہ رکھیں گے لیکن اگلے سال کی آمد سے پہلے ہی آپ ﷺ وفات پا گئے''۔ آپ ﷺ کی اس خواہش کے پیش نظر کچھ اہل علم کا موقف ہے کہ عاشورہ کا روزہ صرف نو محرم کو رکھنا چاہیے ان حضرات کی دلیل ابن عباسؓ کی یہ حدیث ہے: ان سے پوچھا گیا کہ عاشورہ کے روزے کے بارے میں بتائیے تو ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ جب محرم کا چاند نظر آ جائے تو اس کے دن گنتے رہو (واصبح یوم التاسع صائما) ''نویں کے دن روزہ رکھ لو''۔ سائل نے پوچھا کہ محمد ﷺ اسی طرح اس کا روزہ رکھتے تھے انہوں نے جواب میں کہا ''نعم'' ہاں [صحیح مسلم ۱:۴۶۳]

مسند احمد کی روایت ہے کہ حکم بن اعرج بیان کرتے ہیں میں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا مجھے عاشورہ کے دن کے بارے میں بتائیے تو انہوں نے پوچھا اس کی کس حالت کے بارہ میں پوچھتے ہو میں نے کہا اس کے روزہ کے بارے میں۔ انہوں نے جواب دیا جب محرم کا چاند دیکھ لو تو اسے گنتے رہو اور جب نویں کا دن ہو تو اس دن کا روزہ رکھو۔ میں نے پوچھا کیا محمد ﷺ اس کا اسی طرح روزہ رکھتے تھے انہوں نے کہا ہاں (المسند ۴/۱۵۶) احمد محمد شاکر لکھتے ہیں ''اسنادہ صحیح'' اس کی سند صحیح ہے۔ اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے حضور اکرم ﷺ کی خواہش سے یہی سمجھا ہے کہ دس (۱۰) محرم کی بجائے نو (۹) محرم کو روزہ رکھا جائے اور یہی عاشورہ کا دن ہے۔ اس لئے حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔ (ھذا ظاھرہ ان یوم عاشوراء ھذا الیوم التاسع) [فتح الباری] اس حدیث کا ظاہر مفہوم یہی ہے کہ عاشورہ کا دن (۹) نو محرم کا دن ہے۔ پھر ابن المنیر کی طرف سے اس استدلال کا جواب نقل کرتے ہیں۔ (اصبح یوم التاسع صائما) سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ان کا مقصد دسویں محرم کا دن ہے کیونکہ جب (۹) کی صبح ہو جائے تو صبح ہو جانے کے بعد انسان روزہ دار نہیں ہو سکتا۔ مگر اس صورت میں جب اگلی رات یعنی دسویں دن کی رات کو روزہ کی نیت کریں۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں ابن المنیر نے جو احتمال پیدا کیا ہے اس کی تائید مسلم کی اس روایت سے ہوتی ہے جو ابن عباسؓ کی سند سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا (لئن بقیت الی قابل لأصو من التاسع فمات قبل ذالک)

آپ ﷺ نے فرمایا اگر میں اگلے سال تک زندہ رہا تو نو (۹) کا روزہ رکھوں گا لیکن آپ اگلے سال کی آمد سے پہلے فوت ہو گئے یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ آپ ﷺ دس (۱۰) محرم کا روزہ رکھتے تھے اور نو (۹) محرم کے روزہ کا ارادہ فرمایا۔ لیکن اس سے پہلے فوت ہو گئے۔ پھر جب آپ ﷺ نے نو (۹) کے روزہ کا قصد فرمایا تو اس میں یہ احتمال موجود ہے کہ آپ اسی پر کفایت نہ فرماتے بلکہ اسے دس (۱۰) محرم کے ساتھ ملاتے۔

احتیاط کی خاطر یا یہود ونصاریٰ کی مخالفت کی خاطر اور یہ مخالفت کا احتمال راجح ہے۔ مسلم کی بعض روایات اس کی طرف اشارہ کرتی ہیں اور مسند احمد میں ابن عباسؓ سے مرفوعا مروی ہے (صوموا یوم عاشوراء وخالفوا الیھود صوموا یوما قبلہ او یوما بعدہ) عاشورہ کا روزہ رکھو اور یہ یہود کی مخالفت کرو اس سے ایک دن پہلے روزہ رکھو یا ایک دن بعد میں رکھو۔

اور یہ آخری دور کی بات ہے۔ پہلے آپ ﷺ اہل کتاب کی موافقت کرنا پسند فرماتے تھے۔ جس مسئلہ میں آپ کو منصوص کا حکم نہ ملتا خاص کر جبکہ اس صورت میں بت پرستوں کی مخالفت ہوتی۔ جب مکہ فتح ہو گیا اور دین اسلام پھیل گیا پھر آپ ﷺ نے اہل کتاب کی بھی مخالفت شروع کر دی۔ جیسا کہ صحیح روایت سے ثابت ہے عاشورہ کے روزے کا بھی اس سے تعلق ہے۔ پہلے آپ ﷺ نے ان کی موافقت کی اور فرمایا کہ ہم تم سے موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ تعلق اور حق رکھتے ہیں۔ پھر ان کی مخالفت پسند کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کی مخالفت کرتے ہوئے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد بھی روزہ رکھو۔ [فتح الباری ۴/۳۱۱]

مولانا عبید اللہؒ رحمانی [مرعاۃ المفاتیح ۳/۲۷۱] پر لکھتے ہیں ترمذی کی روایت ہے حضرت ابن عباسؓ کے شاگرد نے پوچھا (اخبرنی عن یوم عاشوراء ای یوم اصومہ) مجھے عاشورہ کے دن کے بارے میں بتایئے میں اس کا روزہ کس دن رکھوں۔ بیہقی میں ہے مجھے عاشورہ کے دن کے روزے کے بارے میں بتایئے ہم کس دن روزہ رکھیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ شاگرد کا پوچھنے کا مقصد عاشورہ کے روزہ کی کیفیت پوچھنا تھا۔ یہ مقصد نہ تھا کہ بتایئے عاشورہ کا دن کونسا ہے۔ ترمذی اور بیہقی میں آیا ہے نویں (۹) کے دن روزہ رکھ۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ جو عاشورہ کا روزہ رکھنا چاہتا ہے وہ نویں سے شروع کریں صرف دس (۱۰) پر کفایت کرنا مناسب نہیں ہے۔ ابن عباسؓ کی روایت اس پر دلالت کرتی ہے۔ امام طحاویؒ اور امام بیہقیؒ ان سے روایت کرتے ہیں (خالفوا الیھود وصوموا التاسع والعاشر) ''یہود کی مخالفت کرو اور (۹) اور (۱۰) محرم کا روزہ رکھو''۔

اس سے حضرت ابن عباسؓ کی مسلم کی روایت سے مقصد واضح ہو گیا۔ امام بیہقیؒ نے سنن الکبریٰ جلد ۴ صفحہ نمبر ۲۸۷ میں یہی جواب دیا ہے کہ ابن عباسؓ کا مقصد یہ تھا کہ دس (۱۰) کے ساتھ نو (۹) کا روزہ رکھو اور جواب میں ''نعم'' ہاں، اس لئے کہا کہ آپ ﷺ نے نو کے روزہ رکھنے کا عزم کیا تھا۔ اس کی وضاحت عطا کے اس قول سے ہوتی ہے کہ اس نے حضرت ابن عباسؓ سے سنا، وہ فرما رہے تھے۔ (صوموا التاسع والعاشر وخالفوا الیھود) ''نو اور دس کا روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت کرو'' امام شوکانیؒ نیل الاوطار جلد ۴ صفحہ ۳۲۸ پر لکھتے

ہیں کہ بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ ابن عباسؓ نے سائل کی راہنمائی کرتے ہوئے فرمایا کہ نو کے دن کا روزہ رکھو جواب میں عاشورہ کے دن کی تعیین نہیں کی کہ وہ دس محرم ہے۔ کیونکہ اس بارے میں پوچھنے کی ضرورت نہ تھی، اور نہ اس سے کوئی فائدہ وابستہ تھا۔ امام شوکانیؒ نے آخر میں خلاصہ کلام کے طور پر حافظ ابن حجرؒ والی بات بھی نقل کی ہے: [فتح الباری جلد۴ صفحہ۳۱۲] کہ عاشورہ کے روزے کے تین مراتب ہیں۔

۱۔ کم از کم دس محرم کا روزہ ۲۔ اس سے بلند درجہ نو (۹) اور دس (۱۰) محرم کا روزہ

۳۔ سب سے بلند درجہ نو دس اور گیارہ محرم کا روزہ۔ نیل الاوطار جلد۴ صفحہ ۳۳۱۔

امام طحاویؒ لکھتے ہیں آپ ﷺ کا فرمان کہ میں ''نو'' کا روزہ رکھوں گا اس کا مقصد یہ تھا کہ میں دس محرم کے ساتھ نو محرم کا روزہ بھی رکھوں گا۔ تا کہ یہودیوں کے ساتھ مشابہت باقی نہ رہے۔ حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول کہ یہود کی مخالفت کرو اور نو اور دس کا روزہ رکھو اور ابن عباسؓ کی مرفوع حدیث کہ آپ ﷺ نے عاشورہ کے روزہ کے بارے میں فرمایا کہ اس کا روزہ رکھو اور اس سے ایک دن قبل یا ایک دن بعد بھی روزہ رکھو۔ یہود کی مشابہت اختیار نہ کرو۔ ہماری بات کی صریح دلیل ہے۔ [شرح معانی الآثار جلد۱، صفحہ ۳۳۸]

حضرت ابن عباسؓ کی مرفوع روایت مسند احمد جلد۴ صفحہ ۲۱، مصنف عبد الرزاق جلد۴ صفحہ ۲۸۷، سنن الکبری بیہقی جلد۴ صفحہ ۲۸۷ پر موجود ہے اور علامہ احمد محمد شاکر نے اس کی سند کو جید قرار دیا ہے اور بلوغ الامانی جلد۱۰ صفحہ ۱۸۵، میں بھی اس کی سند کو جید قرار دیا گیا ہے۔ یہ روایت صحیح ابن خزیمہ جلد۳، صفحہ ۲۹۱ میں بھی موجود ہے، اور موقوف روایت سنن بیہقی جلد۴ صفحہ ۲۸۷ پر موجود ہے۔ اس کی سند صحیح ہے۔ حاشیہ زاد المعاد جلد۲ صفحہ ۶۶ حافظ ابن قیمؒ لکھتے ہیں عاشورہ کے روزہ کے تین درجات ہیں۔ (۱) سب سے اکمل یہ ہے کہ دس محرم سے پہلے اور اس کے بعد بھی روزہ رکھنا۔ (۲) اس سے متصل دوسرا درجہ یہ کہ نو اور دس کا روزہ رکھنا۔ (۳) آخری درجہ صرف دس کا روزہ رکھنا۔ اکثر احادیث میں نو اور دس کے روزے کا ذکر ہے۔ رہا صرف نو کا روزہ تو یہ روایات کی کم فہمی کے سبب ہے اور احادیث کے الفاظ اور ان کی تمام سندوں کی تلاش نہ کرنے کے باعث ہے اور یہ لغت اور شریعت دونوں سے دور ہے۔ (زاد المعاد، ۲/۷۲) حافظ ابن قیمؒ نے عاشورہ کی بحث کو تفصیلا بیان کیا ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ ابن عباسؓ نے تو عاشورہ کو نو تاریخ قرار نہیں دیا بلکہ سائل کو کہا کہ نویں تاریخ کا روزہ رکھو کیونکہ سائل کو پتہ تھا کہ عاشورہ دس محرم کا دن ہے۔ جس کو سارے لوگ ہی عاشورہ شمار کرتے ہیں۔ تو سائل کی اس طرف رہنمائی فرمائی کہ دس کے ساتھ نو کا بھی روزہ رکھو اور یہ بتایا کہ رسول اللہ ﷺ اس کا روزہ اس طرح رکھتے تھے کیونکہ ابن عباسؓ نے آپ ﷺ

کے فعل کو امر پر اور آپ ﷺ کے آئندہ کے عزم کو روزہ رکھنے پر محمول کیا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ان دونوں روایتوں کے راوی ابن عباسؓ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس سے ایک دن پہلے اور ایک دن بعد روزہ رکھو اور آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم عاشورہ کے دن جو دس محرم ہے، کا روزہ رکھیں گے۔ یہ احادیث ایک دوسری کی تاکید اور تائید کرتی ہیں[زادالمعاد:۲/۷۲] روایات میں دوطرح کے الفاظ ہیں: (صوموا یوما قبله ویوما بعده) اس سے ایک دن پہلے روزہ رکھو اور ایک دن بعد روزہ رکھو۔ بعض جگہ پر: (صوموا یوما قبله اویوما بعده) کے الفاظ ہیں۔ کہ اس سے ایک دن پہلے روزہ رکھو یا ایک دن بعد روزہ رکھو۔ عام طور پر ''اَوْ'' کو ''واوٗ'' کے معنی میں لیا گیا ہے۔ اس لئے تین مراتب وہ بنائے گئے ہیں جو اوپر مذکور ہیں۔ لیکن مولانا عبداللہؒ رحمانی نے ''واوٗ'' کو ''اَوْ'' کے معنی میں لے کر تین درجات اس طرح بنائے ہیں۔

۱۔ سب سے نچلا درجہ صرف دس محرم کا روزہ رکھنا۔ ۲۔ اس سے اوپر کا درجہ دس اور گیارہ کا روزہ رکھنا

۳۔ سب سے اوپر کا درجہ نو اور دس محرم کا روزہ رکھنا۔

کیونکہ اکثر احادیث میں نو دس محرم کے روزہ رکھنے کا تذکرہ ہے۔ (مرعاۃ ۳/۲۷۲)

حافظ ابن حجرؒ نے ابن عباسؓ سے نو محرم کے روزہ کی دو وجوہ لکھی ہیں۔ (۱) احتیاط، کیونکہ چاند دیکھنے میں غلطی ہوسکتی ہے (فیظن العاشر التاسع) نو کو دس سمجھا جاسکتا ہے۔ (۲) یہود کی مخالفت، کیونکہ وہ صرف ایک دن روزہ رکھتے ہیں۔ پہلے معنی کی تائید ابن عباس کے فعل سے ہوتی ہے کہ ابن عباس دو دن مسلسل روزہ رکھتے تھے ''مخافة ان یفوته'' اس ڈر سے کہ کہیں عاشورہ کا روزہ چھوٹ نہ جائے۔ دوسرے معنی کی تصدیق امام شافعیؒ کی روایت سے ہوتی ہے۔ وہ سفیان سے عبیداللہ بن ابی یزید کی روایت بیان کرتے ہیں۔ میں نے ابن عباسؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ (صوموا التاسع والعاشر ولا تشبهوا بالیهود) نو اور دس محرم کا روزہ رکھو اور یہود کی مشابہت سے بچو۔ [مرعاۃ ۳/۲۷۲، تلخیص الحبیر ۲/۲۱۳، ۲۱۴، المکتبۃ الاثریہ]

قرآن وحدیث کو سمجھنے کیلئے دو باتیں بنیادی حیثیت کی حامل ہیں۔ (۱) قرآن وحدیث میں کسی ایک مسئلہ کے بارے میں جتنی آیات یا احادیث آئی ہیں ان سب کا استقصاء واستیعاب کیا جائے اور ان کی روشنی میں تمام آیات واحادیث کا مفہوم متعین کیا جائے۔ علماء کے اس قول (القرآن یفسر بعضه بعضا) کہ ''قرآن کا بعض، بعض کی تفسیر کرتا ہے''۔ (والحدیث یفسر بعضه بعضا) ''احادیث ایک دوسرے کی توضیح وتفسیر کرتی ہیں'' کا یہی مقصد ہے۔ (۲) اگر قرآن وحدیث میں کہیں بظاہر تعارض محسوس ہوتا ہو تو ایسا معنی لینا چاہیے کہ جس

سے دونوں میں تطبیق ہوتی ہو۔

ان دونوں اصولوں کی رو سے یہی بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا مقصد یہود کی مخالفت تھا اس لئے آپ ﷺ نے صراحت سے فرمایا (صوموا یوم عاشوراء) ''دس محرم کا روزہ رکھو'' '(خالفوا الیهود صوموا قبله یوما وبعده یوما) ''یہود کی مخالفت میں اس سے ایک دن پہلے اور ایک دن بعد روزہ رکھو''۔[مسند احمد ۴/ ۲۱، سنن الکبری بیہقی ۴/ ۲۸۷، مصنف عبدالرزاق ۴/ ۲۸۷، صحیح ابن خزیمہ ۳/ ۲۹۱]۔

ابن عباسؓ نے سائل کو نو محرم کے روزہ رکھنے کا مشورہ دیا، اور ان کا عمل یہ ہے کہ وہ دو دن پے در پے روزہ رکھنے اور یہود کی مخالفت کا حکم دیتے ہوئے فرماتے تھے نو اور دس کا روزہ رکھو (تلخیص الحبیر ۲/ ۲۱۴)۔

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے [منة المنعم فی شرح صحیح مسلم ۲/ ۱۷۷ تا ۱۷۹ کے حاشیہ نمبر ۱۳۲ اور ۱۳۳] میں تفصیلاً یہی بات بیان کی ہے کہ ابن عباسؓ کا مقصد یہ تھا کہ جو انسان عاشورہ کا روزہ رکھنا چاہتا ہے وہ نویں محرم سے ابتداء کرے، اور حضرت ابن عباسؓ کی موقوف اور مرفوع روایات اسی بات پر دلالت کرتی ہیں اس قدر جلیل و کثیر آئمہ کی تصریحات و توضیحات کے بعد اس مسئلہ میں کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہتا کہ نو محرم کو عاشورہ قرار دینا کسی صورت میں درست نہیں ہے اور حضرت ابن عباسؓ کے فتویٰ اور ان کے عمل اور مرفوع روایات میں کوئی تعارض یا تضاد اور مخالفت نہیں۔

اور ان پر اعتراض بے محل اور بے جا یا ایک علمی غرہ ہے جو انفرادیت پر اکساتا ہے، اور پہلے تمام آئمہ و شارحین کی بات پر مطمئن نہیں ہونے دیتا۔ ہمیں اللہ تعالیٰ اس بات کی توفیق دے کہ ہم قرآن و حدیث کو سمجھنے کیلئے پہلے تمام اہل علم کے اقوال کو نظر انداز نہ کریں اور ان سے الگ تھلگ راہ پر نہ چلیں جس طرح انہوں نے قرآن و حدیث کے الفاظ ہماری طرف منتقل کئے ہیں ان کے معانی بھی بیان کئے ہیں۔

اور وہ علم و عمل، تقویٰ و ورع ہر اعتبار سے ہم پر فائق تھے ہاں یہ بات ضروری ہے کہ ہم کسی ایک فرد کے فہم و فراست پر تکیہ نہ کریں اور ہر حالت میں اس کے معنی کو ترجیح نہ دیں کیونکہ یہ تقلید شخصی ہے جس کا معنی ہے کہ علم و فہم کا ٹھیکہ ایک شخص کو دے دیا گیا ہے لیکن تقلید شخصی کی مخالفت کو یہ معنی تو نہیں ہے کہ ایک شخص کو یہ حق حاصل ہو گیا ہے کہ وہ جو معنی چاہے کر دے اور اس پر اصرار کرے۔ اگر آج کل کے کسی اہل علم کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جو معنی قرار دے دوسرے اس کو مان لیں تو آئمہ کا کیا قصور ہے کہ ان کے معنی کو نظر انداز کر دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حق پر چلنے اور اس کو سمجھنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین (بشکریہ: ترجمان الحدیث فیصل آباد)